UNIVERSAL LIBRARY
OU_222264
UNIVERSAL LIBRARY

65

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۳۴ Accession No. ۱۱۹۹۵

Author راشد الخیری ، ر ـ س

Title سودائے نقد

This book should be returned on or before the date last marked below.

سرودِ ازل

تصنیف

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل قابل مردوں سے خراج تحسین وصول لیا تھا اور جن کی تحریریں پڑھ کر مشہور مصنفین بھی عش عش کرتے تھے مشہور انگریزی روزنامہ کرانیکل کی رائے ہے "مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے عمیق گہرے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ و پرزور انداز مگر مختصر الفاظ میں ادا کرنیکی قدرت رکھتی تھیں"۔ علیگڈھ میگزین لکھتا ہے "انکا طرز بیان پراثر اور دلنشین ہوتا ہے اور وہ نہایت خوبی کیساتھ اپنے احساسات کو الفاظ کی صورت میں پیش کر سکتی تھیں" رسالہ نور جہاں نے لکھا تھا "مرحومہ خاتون اکرم چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمند اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں علمی ادبی قابلیت کیساتھ خدا نے انکو درد کی بے بہا دولت سے مالا مال کر رکھا تھا جس کی وجہ سے انکی پرزور تحریروں میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت ہی خوبی و پُر اثر اسلوبی سے کھنچتی تھیں"

جمال ہمنشین

خاتون اکرم مرحومہ کے بے مثل ادبی مضامین کا شاندار مجموعہ فانی زندگی۔ تغیرات زندگی۔ نیرنگی زمانہ۔ عبرت گاہ دنیا۔ موسم بہار۔ فلسفہ غم۔ ساون۔ عید۔ زندوں کی زندہ ہستی۔ کسی کی یاد۔ ہنسی مذاق۔ خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ وہ دلا ویز اور موثر مضامین ہیں جن کی عصمت، تہذیب، استانی۔ شباب اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے ہے "ان مضامین کی اردو صاف دریاں ہے" زنانہ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بہ لحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور انکی اشاعت زبان پر بڑا احسان ہے" انجمن ترقی اردو کا مشہور سہ ماہی رسالہ لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح اور سنجیدہ ہے" اخبار وکیل کی رائے "جمال ہمنشیں بلا شبہ نسوانی دنیا کے لئے سبق آموز کتاب ہے۔" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین نہایت بلند پایہ ہیں" حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ لکھا ہے۔ تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔ آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

پیکر وفا

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہجائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے "یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے جسمیں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے" انداز بیان درد انگیز عبارت سادہ و شگفتہ، اخبار ریاست لکھتا ہے۔ "طرز بیان اس قدر سادہ صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔" اخبار کشمیری لکھتا ہے "پیرایہ بیان دلگداز ہے۔" یہ بھی بہترین آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔ بار سوم قیمت آٹھ آنہ

منیجر عصمت دہلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب پھول کنارۂ دریا پر کھلتے، جب کلیاں آغوشِ صبا میں جھولا جھولتیں، جب لہریں مستانہ وار سطحِ آب سے بلند ہو ہو کر ایک دوسرے سے گلے ملتیں، اُس وقت منیرہ ایک نا معلوم کیفیت سے اسقدر متاثر ہوتی کہ گھنٹوں خاموش ہو جاتی، اس کے پہلو میں درد نہ تھا، اس کے دل میں خلش نہ تھی، مگر وہ پھولوں کے گچھوں میں، پانی کی لہروں میں، کوئل کے نغمہ میں، کچھ ڈھونڈھتی تھی، جس کا اس کو علم نہ تھا، کچھ چاہتی تھی، جس کی اُسے خبر نہ تھی، وہ اضطراب سے ناآشنا تھی، مگر اسی قسم کی ایک حالت اس کے دل پر اکثر گزرتی وہ درد سے قطعاً بے خبر تھی مگر اسی کے آس پاس اُس کو ایک طرح کی تکلیف ہوتی، وہ حیران تھی مگر معلوم نہ تھا کہ کیوں؟ وہ پریشان تھی لیکن خبر نہ تھی کہ کس لئے، وہ آفتاب کی دھوپ میں، پانی کے سکون میں، ماہتاب کی چادر میں، اپنی صورت دیکھتی، اور کچھ چاہتی، خواہشمند ہوتی، مگر نہ جانتی تھی کہ کیا،

برسات کا موسم تھا اودی اودی گھٹائیں جھوم جھوم کر آسمان پر آ رہی تھیں،

کالے کالے بادل کوسوں تک ڈیرے ڈالے پڑے تھے کوئل کوک رہی تھی پپیہا بول رہا تھا اور ہوا کے ٹھنڈے جھونکے مردہ اُمنگوں کو زندہ کر رہے تھے، منیزہ صرف ایک گلابی ساری سر سے پاؤں تک لپیٹے اس منظر میں منہمک تھی اس کے دل میں رہ رہ کر اس کی طبیعت میں تھم تھم کر ایک گدگدی پیدا ہوتی تھی ایک جوش اٹھتا تھا مگر وہ بے خبر تھی کہ کیا ہے اور کیا کرے

وہ متمنی تھی ایک درد کی جو لاعلاج ہو۔ ایک مرض کی جو لا دوا ہو ایک زخم کی جو عمر بھر رستے اور ایک ایسی مصیبت کی جو اٹل ہو لیکن وہ بے خبر قطعاً نا آشنا یقیناً، اور لاعلم لاریب +

گلاب کے ایک پھول پر جو اپنی شاخ میں تنہا تھا ایک طائر آکر چہچہایا ہوا پرند کا اور پرند پھول کا منہ چوم رہے تھے۔ آج البتہ منیزہ کو صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ ایک محبوب شے کو ہونٹوں سے لگانا کسی جذبہ کی تکمیل ہے۔ مگر ایسا کیوں ہے؟ بے خبر نہیں وہ ان قدموں سے آگے بڑھی جو صبا کو کچل رہے تھے ان آنکھوں سے جنہوں نے تمام باغ عالم میں سرور پیدا کر رکھا تھا پھول پر ایک مستانہ نظر ڈالی، ایک انگڑائی لیکر پھول توڑا اور منہ سے لگایا، وہ محسوس کرتی تھی کہ ایک کمی پوری ہوئی ایک فرحت پیدا ہوئی اور ایک خواہش مکمل، وہ دیکھتی تھی کہ میرا دل ڈھونڈھ رہا ہے ایک ایسی شے جو اتنی ہی حسین ایسی ہی دلکش اور اسیقدر متوثر ہو، مگر نہیں سمجھ سکتی تھی کہ وہ کیا ہے، اوپر نگاہ ڈالی تو طوطی خوش الحان کا ایک جوڑا قدرت کے اس بیش بہا عطیہ کا لطف اٹھا رہا تھا، اور اس دلفریب منظر کے سامنے ہر شے کو بھول چکا تھا دونوں لپٹ کر چپٹ چمٹ کر لپٹتے تھے اور چہکتے تھے، منہ سے منہ ملاتے تھے، آنکھیں بند کرتے تھے، نر نرم نرم پروں پر فدا ہوتا تھا، مادہ رنگین چہرہ پر نثار ہوتی تھی۔ منیزہ اس

فطرتی جذبہ سے جو سبب کشش ان دونوں میں تھا یقینی بے خبر تھی، مگر ان کی مسرت پر اس کو رشک ہوا اور اس نے بھی چاہا کہ میں بھی کسی ہمجنس سے ملکر یہ فرحت یہ لطف اور یہ خوشی حاصل کروں۔

ایک کنیز دوڑتی ہوئی آئی جھکی پاؤں کو بوسہ دیا اور کہنے لگی "بیگم بڑی سرکار یاد فرماتی ہیں"

اس سے پہلے کہ منیزہ کنیز کو جواب دیتی وہ اپنے خیال پر متاسف ہوئی اور سوچنے لگی یہ بھی تو میری ہمجنس ہے اس کے پاؤں چومنے نے مجکو تکلیف دی اس میں کوئی مسرت نہ تھی میں غلطی پر تھی پھر میں کیا ڈھونڈتی ہوں*

ہاں، صنوبر کیا کہتی ہے، کہیں ٹھہرنے کا حکم نہیں، ان مشاغل نے جن کو اماں جان سامان راحت سے تعبیر کرتی ہیں میرا دم ناک میں کر دیا۔ پھولوں کی بھرمار، طائروں کی چہکار کنیزوں کی خدمت خود اُن کی اپنی محبت میرے لیے ایک مصیبت ہے مجھے تنہائی کی ضرورت ہے، سکون کی، اطمینان کی، سوچوں اب غور کروں حقیقی مسرت کس طرح میسر آتی ہے۔

(۳)

"سوسن داروغہ میں جانتی ہوں کہ میری کامیابی کا بڑا حصہ تمہارے حسن انتظام اور وفاداری پر منحصر ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں تمہاری وجہ سے اپنے عمر بھر کے خیال کو تبدیل کر دوں اور جس چیز کو میں بدترین مخلوق سمجھتی ہوں اس کو تمہاری سفارش سے حاضری کی اجازت دیدوں۔ منیزہ کی یہ سالگرہ انوکھی نہیں سترہویں ہے آج تک جو نہ ہوا اب میں اس کو کیونکر روا رکھ سکتی ہوں تم کو شرم آنی چاہیئے کہ جس چیز کا میں نام لینا بھی نسوانی زندگی کے واسطے زہر ہلاہل سمجھتی ہوں۔ تم صبح سے کئی مرتبہ کھلم کھلا میرے جذبات اسکی بھلائی کیلئے

پامال کر چکی ہو۔ میں سمجھتی ہوں اور خوب۔ میں جانتی ہوں اور نہایت خوب کہ تم میری ہمراز میری رفیق میری صلاح کار ہو ضرور ہو اور بیشک ہو۔ لیکن میں اپنے عہد کے مقابلہ میں تمہاری رائے کے وزن اور اپنے خیال کے سامنے تمہاری رائے اور خیال کو بے حقیقت اور پوچ سمجھتی ہوں تم میری آنکھوں میں خاک نہ جھونکو اور اس کمبخت سنگدل شقی القلب انسان نہیں پتھر اور شوہر نہیں جانور اور مرد نہیں گستانگر کی یاد کو تازہ نہ کرو۔ تم چاہتی ہو، تمہارا مقصد یہ ہے کہ میں اپنی اس چار دیواری کو چھوڑ اور اپنے عہد کو توڑ دوں اور جس طرح میں خود کارزار حیات میں تاراج و برباد ہوئی اسی طرح منیزہ کو بھی کر دوں۔ اس کو اسوقت کسی قسم کی تکلیف نہیں انسان کے واسطے راحت کے جو سامان فرحت کے جو اسباب اور خوشی کے جو ذرائع ممکن ہو سکتے ہیں وہ سب اس کے دم کے لئے مہیا ہیں۔ وہ پھولوں پر سوتی ہے موسیقی میں رہتی ہے اطمینان سے اٹھتی ہے بے فکری سے پھرتی ہے۔ پرندوں کا نغمہ پھولوں کی مہک دریا کی لہریں سبزہ کی طراوت اس کے دل کو اس کے جسم کو اس کے دماغ کو اس کی روح کو ہر وقت تازہ رکھتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کوئی ضرورت نہیں کوئی سبب نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں کہ میں تمہارے خیال کی تائید کروں اور اجازت دیدوں کہ سنبلستان کا لڑکا اس سالگرہ میں شریک ہو۔ میں اس اذیت سے جو آنے والی ہے اس مصیبت سے جو پیدا ہونے والی ہے اس وقت سے جو شروع ہونے والی ہے بہت اچھی طرح واقف ہوں وہ ہرگز ہرگز نہ آئیں مجھے ان کی مطلق ضرورت نہیں ہوسن وار دنہ یہ نہ ہوگا کہ میری چاردیواری کے اندر مرد قدم رکھ سکے اور منیزہ کو معلوم ہو جائے کہ مرد کی ہستی بھی دنیا میں ہے۔ میرا بس چلتا میرے اختیار میں ہوتا مجھے قدرت ہوتی تو میں انسان نہیں جانوروں میں بھی نر کی صورت

اُسکو نہ دکھاتی کیا میں اس مصیبت کو بھول گئی۔ جس کے خیال سے آجتک میرے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں وہ سماں میری آنکھوں کے سامنے ہے جب اس سرزمین پر اسی محل میں اور اسی کمرہ میں سنبل میری سوکن بنی اور میرے کمبخت شوہر نے اس عورت کو جو میرا ہاتھ تکتے والی میرا منہ دیکھنے والی اور میری باتیں سُننے والی تھی نکاح کے زیور سے آراستہ کر میرے برابر بٹھادیا کیوں؟ اس لئے کہ منیزہ پیدا ہوئی اور میں بیمار پڑی تین یا شاید چار مہینے تک اس بیوفا ظالم نے یہ گل کھلایا۔ میں اس کمبخت کو اس کا سزاوار سمجھتی تھی جو کیا۔ وہ گنہ گار تھا۔ ستم شعار تھا۔ مکار تھا اور خونخوار، میں نے اسکو زہر دیا خوب کیا۔ اُس کی زندگی ختم کی اچھا کیا اسکو اپنے جرم کی سزا ملی ملنی چاہیئے تھی اُس نے اپنے کیئے کا مزہ چکھا اور چکھنا مناسب تھا وہ مکار ہستی جو ایسی بیدردی اتنی سنگدلی اور اسقدر سردمہری سے دوسری اُمنگیں مسل دے ہرگز زندہ رہنے کی مستحق نہ تھی۔ میرا اختیار نہیں ورنہ میں مرد کا بیج اکھاڑ پھینکتی میں جبتک زندہ ہوں یقیناً منیزہ کو مرد کی صورت نہ دیکھنے دوں گی۔ تمہاری کوشش کے یہ معنی ہیں کہ میں اپنے کلیجے کے ٹکڑے اپنی عمر کے حاصل اپنے دل کے سرور اور آنکھوں کے نور کو جان بوجھکر اور دیکھ بھال کر کنوئیں میں پھینکدوں۔ دریا میں دھکیل دوں۔ شرم! شرم!! شرم!!!

سوسن۔ سرکار آپ کیا فرمارہی ہیں قدرت کے جو انتظام ہیں وہ اٹل ہیں کون سی طاقت ہے جو ان میں تغیر پیدا کر سکے۔ سنبل کا واقعہ میں بھی ان ہی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں وہ وقت مجھے بھی یاد ہے کہ سرکار کا سرگوندھنے والی سنبل ایک دم سے بیگم بن گئی۔ مگر آپ خود ہی خیال فرمائیے کہ اس میں شوہر کا کس حد تک قصور ہے۔ آپ اس کا ذمہ دار صرف قدرت کو قرار دے سکتی ہیں، تین چار

مہینے نہیں آپ پورے آٹھ مہینے پلنگ پر پڑی رہیں اور جس چیز نے آپ کو اسقدر برانگیختہ کیا وہ اس کا جائز حق تھا مجھے جہانتک معلوم ہے اسلام کو آپ کے ہاں داخل ہوئے یہ چھٹی پشت ہے میں تو یہ نہیں کہتی کہ آپ کے بزرگ خدانخواستہ غلطی پر تھے مگر آپ کا بیان آپ کی رائے میں ان کی حماقت کا اظہار کررہا ہے کہ انہوں نے اسلام کو برحق سمجھا اور اس نقص کو نہ سمجھ سکے۔ آپ شوہر کا نہیں قدرت کا دُنیا کا نہیں خدا کا اور مخلوق کا نہیں خالق کا مقابلہ کررہی ہیں کتنی اچھی خواہش کیسی معقول تجویز اور کیسا بھلا انتظام ہے۔ آپ اس سلسلہ میں کوہ گران کے سامنے پر بحر ذخار کے سامنے قطرہ اور ہاتھی کے سامنے چیونٹی ہی نہیں چیونٹی کا سر ہیں۔ عورت مرد دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور خدا کی غرض یہی نہیں ہے کہ آپ کی موت کے ساتھ دنیا کا خاتمہ کردے۔ دنیا آپ سے پہلے بھی اپنا کام کر رہی تھی اور آپ کے بعد بھی اپنا کام کریگی اور دنیا نام ہے علاوہ دوسری چیزوں کے مرد اور عورت کی مجموعی ہستی کا۔ یہ قواعد اور یہ اصول قدرت کے مقررکردہ طریقے ہیں اور اسی کی ایک شاخ نے اسلام میں آکر نکاح کا لباس پہنا۔ جس کی خوبیوں کا بیان کرنا میرے مضمون سے متعلق نہیں۔ اس تعلق کی غایت اصلی صرف بقاء انسان ہے تاکہ دنیا آباد رہے اسلئے مرد اور عورت کا واسطہ جس کو اسلام نے چھان پھٹک دھو دھلا نفیس اور ستھری صورت بنا تعلقات زناشوئی میں پیش کیا ضرورت قدرت کی ہے مرد کی نہ عورت کی۔ قدرت یہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اگر حضرت انسان اور بالخصوص مسلمان یہ معلوم کرلیتے کہ قدرت اُن کے کام کی محتاج ہے تو شاید قدرت ہی سے سجدے کرواتے اور پھر بھی نہ معلوم کام آتے یا نہ آتے اسلئے جس طرح غذا میں جس کا منشاء صرف بقاء صحت و پرورش جسم ہے ایک قسم کا ذائقہ رکھدیا اسی طرح اس تعلق میں بھی ایک حظ تو یہ

ظاہر ہے کہ میاں بیوی کا تعلق یا مرد و عورت کا واسطہ خود قدرت کی ضرورت ہے۔ اب اس ضرورت کا اصلی منشا چونکہ بنی آدم کی ترقی ہے اور اسلام دین فطرت ہے اسلیے اُس نے مسلمانوں کو تعدد ازدواج کی مشروط اجازت دی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے جو عام طور پر غیر مسلم کہتے ہیں کہ عورت کے تمام حقوق اسلام نے پامال کر دیے یہاں تک کہ تعدّد ازدواج سے تو زندگی ہی برباد کر دی۔ مگر بیوقوف اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور دیکھیں آج تہذیب نو اور تمدّن جدید کی آڑ میں ہندوستان کینے کو جاننا جی چاہے گلے پھاڑ پھاڑ کر اور بڑھ بڑھ کر بول لے مگر وہ لکھو کھا زندہ روحیں جو اسی سرزمین پر پیدا ہوتے ہی فنا کر دی گئیں اُن کے خون کے دھبّے صفحات تاریخ پر ابھی موجود ہیں اور اب بھی کیا ہے اس ظاہری چکنی چپڑی افشاں پر بس نہ کرو ذرا ان چہروں سے گھونگھٹ اُتار کر دیکھو تو حقیقت روشن ہو اور معلوم ہو جائے کہ اصلیت کیا ہے اور عورت کی وقعت دنیا میں کتنی ہے اگر ہم اپنے ہی ملک پر نظر ڈالیں تو ہم کو تو یہ دکھائی دیگا کہ مرد عورت کا خدا ہے وہ اس کی پرستش کرتی ہے اس کی صحت کے واسطے روزے رکھتی اس کے پاؤں کو پوجتی اور حد یہ ہے کہ اس کی زندگی پر قربان ہوتی ہے۔ اس کا بدلہ یہ ملتا ہے کہ نہ ترکہ نہ ورثہ حصّہ نہ بخرہ جب تک چہرہ پر چار چلّو خون ہے ٹہل کرے اور ٹکڑا کھائے سرکار معاملہ کو یہیں ختم نہ سمجھئے اور آگے بڑھیے اور ملک سے باہر نکلیے اور ذرا اُن جلووں کو ٹٹولیے جنہوں نے آنکھیں خیرہ کر رکھی ہیں اسوقت آزادی کا سب سے بڑا شہرہ امریکہ کا ہے جنہوں نے محض آزادی کے خاطر اپنا گھر بار اور وطن تک قربان کر یورپ چھوڑ امریکہ بسایا مذہب کی آزادی کا ثبوت تو یہ ہے رہی حکومت کی آزادی اس کی کیفیت یہ ہے کہ آج کوئی قانون کوئی تجویز کوئی انتظام ایسا نہیں جس میں ہر شخص کی رائے شامل

نہو مگر افسوس یہ ہے کہ شخص میں جانور اور عورت کا شمار نہیں۔ وہ معاملات جو مرد اور عورت دونوں سے متعلق ہیں اُن میں صرف مرد کی رائے حتمی ہو۔ قانون کا بنانے والا مرد ہو اور اس کی تعمیل کرنے والی عورت۔ آپ نے کبھی نہ سنا ہوگا کہ کسی قانونی مجلس میں عورت کی رائے کو بھی وقعت دی گئی۔ یہ اس ملک کی کیفیت ہے جو عورت کے سلسلہ میں دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں۔ بیگم ابھی کیا ہے اور لیجئے۔ عورت جو کچھ کمائے نوکری ڈھوئے، چکی پیسے محنت کرے مزدوری کرے غرض صبح سے شام تک مشقت سے اور مصیبت سے جو کچھ پیدا کر سکتی ہے وہ سب شوہر کی ملکیت بیگم صاحب ہنسنے کی سہی نہیں یہ بھی تو سنئے اولاد بیٹا ہو یا بیٹی اور زندہ ہو یا مردہ سب باپ کی ملکیت ہیں حتیٰ کہ اگر باپ مر رہا ہے اور وصیت کر دی کہ بیٹے کا بچہ پیدا ہوتے ہی فلاں شخص کو دیدیا جائے تو ماں کی مجال نہیں کہ دم مار سکے ابھی اور ملاحظہ فرمائیے باپ کواری بیٹی کی طرف سے ہر قسم کے معاہدہ کا مجاز ہے اس نے اگر سو روپیہ پیشگی لے کر اقرار کر لیا کہ مہینہ بھر تک میری لڑکی آٹھ گھنٹے حاضری کی پابند ہوگی تو وہ اُف نہیں کر سکتی اسی کا نتیجہ ہے کہ بعض دفعہ لڑکیاں ایسی مصیبتوں میں پھنس جاتی ہیں کہ سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مرد جب چاہے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے لیکن بیوی اپنی خواہش سے کسی حال میں طلاق نہیں لے سکتی اور نہ کوئی دوسرا شوہر کے مظالم میں دخل دے سکتا ہے وہ جس طرح چاہے رکھے اور جو چاہے کرے۔

یہ میں نے موٹی موٹی باتیں بیان کی ہیں اگر عمیق نظر ڈالوں اور تفصیل سے بیان کروں تو مسلمان یقین بھی نہ کریں کہ جن کمبختوں نے آج اُن کی آنکھوں میں

چکاچوند پیدا کردی وہ اندر سے اتنے مجبور ایسے معذور اور اسقدر ناچار ہیں۔ اب ذرا ایک سرسری نظر اسلام پر ڈالیئے وقت وہ ہے کہ بھیڑوں کے ریوڑ اور بکریوں کے گلہ کی طرح ایک ایک مرد کے پاس سینکڑوں عورتیں موجود ہیں اور پھر ستم یہ کہ غلاموں کو آرام لونڈیوں کو آرام مگر ان بدبختوں کو سکھ نہیں جب چاہا چھوڑ دیا جب چاہا پکڑ لیا۔ لونڈیوں سے بدتر زندگی اور جانوروں سے خراب جینا۔ دفعتہً اسلام کی یہ صدا کانوں میں گونجی کہ تم ان کا لباس اور وہ تمہارا" ہوش جاتے رہے طوطے اُڑ گئے سناٹا آگیا کہ ایک ذلیل ہستی اور ذلیل جنس سطح زندگی پر برابر کی جگہ پائے۔ کجا وہ پستی اور ذلت کہ جانوروں کا ہڈرا قیدیوں کی حالت کہاں یہ عزت ووقعت کہ گھر کی ملکہ برابر کی شریک اپنے مال کی مالک اور رائے کی مختار۔ بیگم صاحبہ ذرا اس پستی کا اس ترقی سے مقابلہ کیجئے اور اور اس راز کو اس اعزاز کے برابر رکھ کر کانٹے میں تو لیئے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اسلام نے عورت کے ساتھ کیا کیا۔ کون سا مذہب کون سی قوم کون سا ملک یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہم عورت کی زیادہ وقعت کر رہے ہیں۔ اب رہا کثرت ازدواج کا مسئلہ جس پر اصلی بحث تھی وہ بھی سنیئے اور خود ہی فیصلہ فرمایئے۔

گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ تخت رواں کی آواز نے ملکہ سنبلستان کے آنے کی اطلاع دی۔

(۳)

کیوں صنوبر کیسا پر لطف وقت اور سہانا سماں ہے۔ ہمارے مصنوعی سامان میں یہ دلچسپی کہاں، یہ چادر مہتاب اور پہاڑی کا لامتناہی سلسلہ پھولوں کی مہک اور درختوں کا جھومنا یہ ہوا کے جھونکے اور سبزہ کا فرش،

ہماری بارہ دری میں کہاں، جو سُریلی تانیں اسوقت ہوا لے رہی ہے اور موسیقی کے جو معنی یہ آبشار بیان کر رہے ہیں ان کو ہمارا تصنع ہرگز نہیں پہنچ سکتا طائر اب خاموش ہیں مگر اس سناٹے میں بھی وہ لطف ہے جو ہمارے نغموں کو میسّر نہیں۔ یہ سماں یہیں تک محدود نہیں پہاڑ کے ادہر بھی یہی آسمان اور یہی زمین ہے مگر مجھے حکم نہیں کہ قدم باہر دھر سکوں، میرا دل کچھ چاہتا ہے مگر میں اس سے بے خبر ہوں کہ کیا۔

صنوبر:۔ چھوٹی بیگم! بڑی سرکار نے آپ کے واسطے دنیا بھر کی آسائشوں کا انتظام کر دیا ہے کوئی راحت کوئی مسرت کوئی فرحت ایسی نہیں جو آپ کو میسّر نہ ہو پھر آپ کس چیز کی متلاشی ہیں یہ محض آپ کا وہم ہے۔ آپ کی اس افسردگی کا اگر کہیں سرکار کو علم ہو گیا تو سخت مصیبت آجائیگی۔

منیرہ:۔ صنوبر کیا کہہ رہی ہے۔ ابھی تکمیل مسرت میں کچھ کمی ہے جس کو میں خود محسوس کرتی ہوں راتیں آنکھوں میں کٹ جاتی اور دن اُدھیڑ بن میں بسر ہو جاتے ہیں مگر اس کمی کا پتہ نہیں چلتا

صنوبر۔ بیگم اب رات زیادہ آگئی بڑی سرکار منتظر ہوں گی۔ چلئے بارہ دری تشریف لے چلئے۔

منیرہ۔ اچھا۔ مگر چلکر کیا کروں گی۔

حسن کی تصویر نہیں ایک ڈھیر تھا جو منیرہ کے سر سے پاؤں تک ہر عضو سے ظاہر ہو رہا تھا۔ اس کی چال ڈھال اس کا قدوقامت، اس کی بول چال ہر چیز حسن کامل تھا ملاحت، کشش شاعری ادا سب کچھ تھا مگر وہ آنکھ نہ تھی جو اس صورت کی داد دیتی، دونوں بارہ دری کی طرف چلیں چاند منیرہ کے سر پر تھا پھول اس کی ٹھوکروں میں۔ کچلتی مسلتی آگے بڑھی بلبل گرفتار نے اسکو مجرا

کیا۔طوطی محبوس نے ترانہ گایا۔ لونڈیوں نے سلامی دی۔ طائفہ نے گانا شروع کیا مگر وہ نیچی نگاہ خاموش زبان اور بے چین دل سے اپنے کمرہ میں داخل ہوئی اور سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی۔

آج خلاف عادت منیزہ کی اسقدر خاموشی اور اتنی دیر کی علیحدگی سے ماں نہایت متعجب تھی وہ غصہ میں بھری آئی غضب ناک نظروں سے بیٹی کو دیکھا اور کہا

یہ کیا بات ہے چند روز سے میں تم کو اکثر خاموش دیکھتی ہوں جس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی تمہاری دلداری میں کوئی کسر میں نے اُٹھا نہیں رکھی تمہاری اور تمہارے اردگرد کی ہر چیز آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کرتی ہے، آخر مجھے بھی تو معلوم ہو کہ چاہتی کیا ہو۔ غضب خدا کا سنبلستان دو گھنٹے سے بیٹھی راہ دیکھ رہی ہے اور تمکو اتنی فرصت نہیں کہ خالہ کو سلام کر آؤ۔

منیزہ:۔ مجکو اُن کے آنے کا علم نہ تھا۔

ماں۔ تخت رواں کی آواز میلوں دور پہنچتی ہے۔ تم ایسی کس خیال میں منہمک تھیں کہ یہ آواز تمہارے کان میں نہ آئی آؤ میرے ساتھ آؤ۔

منیزہ ماں کے ساتھ خالہ کے سلام کو گئی مگر اس کو وہاں ٹھہرنے کا حکم نہ تھا اُلٹے پاؤں چلی آئی اور دونوں بہنیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔

فرزانہ۔ مجھے تمہاری عقل پر تعجب تمہارے فکر پر ہنسی اور تمہاری مصیبت پر رونا آتا ہے کہ خواہ مخواہ کا مرض اپنے پیچھے لگا لیا۔

سنبلستان۔ تمہاری جیسی عقل کہاں سے لاؤں اور تمہاری طرح بے فکر کس طرح ہو جاؤں میری تو حالت یہ ہے کہ دن کی بھوک اور رات کی نیند سب اُڑ گئی کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ دولت عزت۔ حکومت راحت خدا کا

شکر ہے سب کچھ موجود ہے مگر اس فکر نے میری جان پر بنادی۔ سوسن داروغہ خدا کے واسطے تم ہی کوئی جگہ بتاؤ۔

سوسن۔ منجھلی بیگم آپ کا فکر سچا آپ کا رنج درست آپ کی پریشانی برحق کواری بیٹی کا گھر میں ہونا درحقیقت ماں باپ کے واسطے ایک مصیبت ہے مگر زمانہ ایسا نازک آگیا ہے کہ کوئی خاندان اور کوئی گھر اس مصیبت سے محفوظ نہیں۔ جدھر دیکھو کوارکوٹ چنے پڑے ہیں آپ پرانے زمانے کی آدمی ہیں اسلئے اس رنج میں گھلی جارہی ہیں اب تو مصیبت پر مصیبت یہ ہے کہ یہ فکر ہی اُڑ رہا ہے لڑکی اٹھارہ چھوڑ بیس برس کی ہوجائے مگر ماں باپ کے کان پر جوں نہیں چلتی خود ہماری سرکار کو دیکھئے کہ بچی کو رہبانیت کی تعلیم دے رہی ہیں نتیجہ جو ہوگا وہ ظاہر ہے ایک ہمارے باپ ماں تھے کہ ذرا بیٹی سیانی ہوئی اور سمجھ چاروں طرف تلا توپ ڈال دی ہماری مثل تو یہ تھی اور یہی ہمارے مذہب کا حکم تھا مردے کے دفن اور بیٹی کے بیاہ میں جلدی کرو اب وہ دل نہیں وہ طبیعتیں نہیں ہیں کون سی جگہ بتاؤں جس دن سے یہاں داخل ہوئی چھوٹی بیگم کی طرح میں بھی مقید ہوں کہیں جانے کی نہ آنے کی۔

سنباستان۔ مگر بوا ایک بات تو بتاؤ۔ اگلے زمانہ میں اسکا کیا علاج ہوتا تھا اسوقت تو اتنی پریشانیاں نہ ہوتی تھیں۔

سوسن۔ بیگم ہوتی کیوں نہ تھیں اور سچ پوچھئے تو پریشانیاں تو اسی وقت ہوتی تھیں اب کیا خاک ہیں ایک آپ کے منہ سے مدت بعد یہ آواز سننے میں آئی ہے اس وقت کی حالت کیا پوچھتی ہو۔ "ماں کے گھر بیٹی گودڑ لپیٹی" "کواری کہاں روٹیاں بیاہی کھائے بوٹیاں" "بھاری پتھر لڑکی کی بیل اور لکڑی کی بیل" یہ مثلیں بتا رہی ہیں کہ اس تمدن میں بیٹی کی ہستی کیا پایہ رکھتی تھی کواری اور سیانی

بچی کے ماں باپ روٹی نہیں کھاتے تھے روٹی ان کو کھاتی تھی۔ اس تکلیف کا علاج اس مرض کی دوا اس مصیبت کا انسداد انہوں نے یہ کیا کہ کنبہ اور خاندان ہی میں لڑکے منتخب کر لیتے تھے اور حتی الوسع بیٹیوں کو باہر نہ جانے دیتے تھے اسکا مطلب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بروں کے ملنے میں دقتیں پیدا نہ ہوں جو اعتراض آج اُن پر ہوتا ہے کہ اندھے پنے سے بچپن ہی میں شادیاں ہو جاتی تھیں یہ غلط ہے وہ منگنی بچپن میں کر دیتے تھے تاکہ اس کھٹکے سے محفوظ رہیں لیکن ان کا مقولہ تھا "منگنی ڈھنگی" منگنی کرتے تھے اور ڈھنگ دیکھتے تھے۔ اگر شادی کی عمر کو پہونچکر اطمینان نہ رہا تو القط کر دی مگر یہ بہم نہ ہوتا تھا اگر کنبہ میں کوئی لڑکا موجود نہیں ہے تو یہ نہ تھا کہ جوانی "ڈھلنی شروع ہو گئی اور ماں باپ کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے ہیں۔ وہ کہتے تھے "عورت بیسی اور کھیسی، مرد ساٹھا اور پاٹھا" غور کیجیے تو چودہ برس کی عمر ہمارے ہاں لڑکی کو ماں بنا سکتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں تین چار بچوں کی ماں کھیسی تو آپ ہی ہو جائے گی مگر اس اندیشہ سے جو اب واقعہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے وہ محفوظ تھے۔

اب موجودہ تمدن اور اس مغربی رو نے ایک یہ آفت ڈھادی کہ سب سے پہلے لڑکے کا مول دیکھا جاتا ہے۔ وہ صرف جوہر شرافت دیکھتے تھے اور کہتے تھے "اصل سے خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں"۔ آج مسز فلاں اور اُن کی والدہ اس خیال سے خوش ہیں کہ اُن کا شوہر اور داماد سسرال کا کلمہ پڑھ رہا ہے مگر اُن کا خیال یہ تھا کہ "جو ماں کا پوت نہیں ساس کا جمائی نہیں"۔ اسوقت صرف ہڈی کی مول تھی۔ اب دولت کی پر چول ہے۔ لڑکیوں کے دماغ بگڑ گئے ماں باپوں کے نخنے کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ ابھی بات طے نہیں، معاملہ فیصل نہیں، ہاں نہیں، ہوں نہیں، مگر پہلا سوال یہ ہے کہ لڑکی کے ساتھ جہیز کتنا ہے

بیٹی والے ہیں وہ سب سے مقدم جوڑا چڑھاوا سمجھتے ہیں۔ بیٹے والے ہیں وہ سب سے اولیٰ جہیز خیال کرتے ہیں۔ آج کسی لڑکی میں عیب بتانا بدشکل کہنا برا بتانا صداقت ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم جو آج دلہن کے دولہا بن رہے ہیں کل بیٹی کے باپ ہوں گے۔ میں نے خود اپنی آنکھ سے منڈھے کے وقت دولہا کو اتنا روتے دیکھا ہے کہ ہچکی بندھ گئی۔ بیگم! قدامت پر لعن طعن کر لینا تو مشکل نہیں مگر ترقی کے دلدادہ گھروں کے اندر کی مصیبت کا بھی اندازہ کریں۔ کہ اس جدت نے کیا کیا غضب ڈھا دیئے ہیں صاحبزادے برخوردار اسی روپے کے نوکر ہیں اور آٹا بک رہا ہے آٹھ سیر کا اور گھی آدھ سیر کا اللہ کی عنایت سے دو بیٹیوں کے باپ بھی ہیں پہلی بیوی مر گئی، شادی کے متلاشی صورت شکل اوسط سے کم پڑھے لکھے معمولی، نوکری بھی جھاڑ کی کہ ہر وقت ست ہی ست میں جان ہے مگر شرط یہ ہے کہ بیوی کنواری ہو حسین ہو متمول ہو تعلیم یافتہ ہو سب باتیں طے ہوگئیں تو اب تصویر بھیجئے ماں باپ پہلے ہی پریشان بیٹھے ہیں خدا خدا کر کے پیغام پہنچا تو اس میں یہ پچر لگی۔ بیٹی بیاہنی تھی اسکو بھی سر آنکھوں پر رکھا ڈھونڈ ڈھانڈ کر مصیبت سے دقت سے مصور عورت مہیا کی دو چار کی جگہ دس روپے دیئے اور تصویر پہنچائی مگر برخوردار نے یہ کہکر واپس کر دی، مجھکو اس سے زیادہ حسین عورت کی ضرورت ہے۔

پوچھو کمبخت تیرے آگے بھی تو دو بیٹیاں ہیں تیس برس سے اونچی تیری عمر ہوگئی تجھے بھی کل کو ان ہی مسلمانوں میں بیٹی بیاہنی ہے اپنے دل پر بھی تو ہاتھ دھر اور اتنا تو سوچ کہ نواب نصیر الممالک کا لڑکا جو اسی سال ایم۔اے۔ایل ایل۔ایم۔ کر کے آیا ہے صورت شکل کا حسین اکیس سال کی عمر ہزار روپے ماہوار کی آمدنی وہ کس لڑکی کا خواہشمند ہوگا؟

(۴)

ایک متجسس نگاہ سے جس کا مقصود لاپتہ تھا اس قلب مضطرب کو لئے ہوئے جس کی طلب بے نشان تھی ہنیترہ دوپہر کے سنسان وقت میں پہاڑ پر کھڑی ہے موسم گرم ہے اور پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح رُخ روشن پر لوٹ رہے ہیں مگر وہ اپنے خیال میں محو اور اپنی طلب میں سرگرم ہے بےساختہ کی کوکو اس منظر میں ایک خاص کیفیت پیدا کر رہی ہے کبھی کبھی زاغ صحرائی کی بھیانک آواز سلسلہ خیالات کو برہم کر دیتی ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک دلچسپی معلوم ہوتی ہے وہ جس کی ٹہنیوں برف کے تودوں اور برقی پنکھوں سے بیزار ہو کر لو کے جھکڑوں ہوا کے تھپیڑوں اور دھوپ کے چمکاروں میں خوش ہے اور اُن شاخوں پر جو آغوش آفتاب میں جھوم رہی ہیں ان جانوروں پر جو بے ثباتی دنیا کا نالہ کر رہے ہیں رشک کر رہی ہے، اس کی نظر دفعتہً سامنے کے جنگل میں پہنچی اور اُس نے ایک چیز دیکھی جو عجیب تھی، ایک صورت دیکھی جو انوکھی تھی، ایک متحرک ہستی دیکھی جو نرالی تھی، نظریں بڑھیں دل مشتاق ہوا دیکھا غور سے اور زیادہ غور سے، ایک کشش تھی جس نے فوراً، ایک جادو تھا، جس نے منٹا، اور ایک قیامت تھی جس نے آناً فاناً بیتاب کر دیا، بھڑکا دیا ساکت کر دیا یہ کیا ہے کیسی صورت ہے میں نے آج تک نہیں دیکھی

ایک نوعمر جوان صبا رفتار گھوڑے پر سوار سرپٹ چلا جا رہا تھا۔
آنکھیں چار ہوئیں ٹھٹکا دیکھا حیران ہوا اور بے ساختہ کہنے لگا۔
"دوپہر کے وقت پہاڑ سے چاند"

"کیا معاملہ ہے اللہ غنی"

ابھی ہوا ان الفاظ کو گود میں لیئے ہوئے تھی کہ پاؤں کی آہٹ سے منیرہ نے مڑکر دیکھا تو اس پر کھڑی تھی۔

"یہ کیا مصیبت ہے کیا دماغ میں فتور آگیا خسخانہ چھوڑکر اس قیامت خیز دھوپ میں یہ خودکشی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ تو مجھے جانتی ہے میں وہ ہوں جو تجھ جیسی نافرمان لڑکی کو ایک دم میں موت کے گھاٹ اتاروں۔ آخر یہ ہے کیا بتا جلد بتا"۔

منیرہ۔ کچھ نہیں اماں جان جی گھبرا رہا تھا اسلیئے چلی آئی۔

ماں۔ پھر بدن میں تھرتھری کیسی ہے منہ سے بات کیوں نہیں نکلتی۔

منیرہ۔ کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔

ماں۔ ہے ضرور ہے۔

سوسن داروغہ لیجاؤ اس مردار کو اور ہوائی بارہ دری میں مقید کردو۔

(۵)

اے رحم کی مجسم پتلی اے فرشتہ صفت عورت میری حالت زار تجھ سے صرف رحم کی خواستگار ہے۔ میں آج تین روز سے اس در کو سجدہ کررہا ہوں میں نے راتیں اس امید پر اور دن اس توقع پر بسر کیئے کہ کوئی خدا کا بندہ اس دروازے کو کھول دے یعنی مجھکو اندر داخل ہونے کی اجازت دے صرف ایک دفعہ ایک جھلک لے بی بی رحم کر۔

سوسن۔ میں تم کو پہچانتی ہوں تم ملکہ سنبلستان کے لڑکے شہریار اور میرے آقا ہو مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم کو کیا مدد دوں یہاں مرد کے آنے کا حکم نہیں ہفتہ میں ایک روز صرف اسی وقت یہ دروازہ چند لمحہ

کے واسطے کھاتا ہے خدا کے لئے تم جاؤ سرکار تشریف لا رہی ہیں۔

دروازہ بند کر سوسن بارہ دری کی طرف چلی تو فرزانہ نے کہا "سوسن عقل کام نہیں کرتی منیزہ کا کیا علاج کروں اس کی وحشت نے مجکو سخت پریشان کر رکھا ہے اس کو تکلیف کا خیال ہے نہ تنہائی کا کسی نے اس کو بہکا تو نہیں دیا۔ میں بگڑ چکی سزا دے چکی چمکار چکی سمجھا چکی مگر کچھ ایسا جن سوار ہوا ہے کہ کسی طرح ٹھیک ہی نہیں ہوتی۔ منتیں کرتے کرتے تھک گئی خوشامدیں کرتے کرتے لاچار ہوگئی، مگر آج تیسرا روز ہے کہ منہ سے بولتی ہے نہ سر سے کھیلتی۔ غضب خدا کا اُڑکر دانہ تک منہ میں نہیں گیا۔ تم کوشش کرو کہ کسی طرح یہ بت رام ہو۔ میں نے کہا تھا کہ اصلی بارہ دری میں آجا مگر وہ کہتی ہے۔ مجھے اس قید خانے میں چھوڑ دو اور میرے پاس نہ آؤ۔ یہ کیا اندھیر ہوگیا۔ بیٹھے بٹھائے لڑکی ہاتھ سے نکل گئی۔ ضرور کوئی وجہ ہے کوئی سبب ہے کوئی باعث ہے۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ کسی نے اس کو بہکایا۔"

سوسن۔ سرکار میری عقل کام نہیں کرتی۔ چلئے میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔

فرزانہ ۔ اچھا آگے تم چلو

چمن جس طرح پھولوں سے، دلہن جس طرح خوشبوؤں سے آراستہ و پیراستہ ہو ہوائی بارہ دری فرزانہ کے چاند سے اسی طرح منور تھی۔ ایک چاند تھا جو جگمگا رہا تھا، ایک پھول تھا جو کھل رہا تھا۔ سوسن کے آتے ہی منیزہ نے منہ پھیر لیا۔ مگر جب وہ اندر داخل ہوکر سیڑھی پر جا پہونچی تو بگڑ کر کہا "قید ہوئی خوب ہوا۔ سزا بھگتی بہت اچھا ہوا مگر یہاں تو مجھے تنہا چھوڑ دو کہ میں کچھ سوچ سکوں مجھے تم سب کی صورت زہر معلوم ہوتی ہے۔ جاؤ چلی جاؤ"

سوسن بی بی! میں پریشان کرنے نہیں آئی میں نے نمک کھایا ہے میرا فرض

خدمت ہے صرف اس لئے آئی ہوں کہ ان افکار میں جنہوں نے چاند سے چہرہ کو ماند اور پھول سے رخساروں کو مضمحل کر دیا کچھ مدد دے سکوں اور کچھ کام آؤں۔

منیرہ۔ نہیں مجھے کچھ ضرورت نہیں جاؤ صنوبر کو بھیجدو۔

فرزانہ۔ میری پیاری بچی کچھ تو اپنی حالت بیان کرو کہو کہ مرض ہو علاج کردوں فکر ہو رفع کردوں ضرورت ہو تدبیر کروں خدا کے لئے کچھ بتا تو سہی مجھ سے غلطی ہوئی چل بڑی محل سرا میں چل خدا تجھ کو نصیب کرے۔

منیرہ۔ بہت اچھا چلوں گی آپ جائیے۔

فرزانہ۔ چلو میرے ہی ساتھ چلو۔

منت خوشامد عجز التجا سب بیکار تھی منیرہ نے پھر ماں کی بات کا جواب نہ دیا ٹھیری سوچا غور کیا۔ منتظر رہی مگر سب فضول تھا۔ مجبور چلی اور ناکام آئی صنوبر کو بھیجا اور کہا " کسی طرح دل کا حال معلوم اور مفصل کیفیت۔ بان کر انعام دوں گی اکرام دوں گی۔ اللہ تیا لگا نہال نہال کروں گی۔ مالا مال کروں گی۔ کیا ہوا کیا ہو گیا میری بچی اچھی بھلی کھیلتی مانتی ہنستی بولتی کس جھپیٹے میں آ گئی کوئی خلل ہے آسیب ہے بھوت ہے پریت ہے کیا کروں کدہر جاؤں یہ عمر بھر کی عنایت کا معاوضہ اور سچی خدمت کا وقت ہے جا جلدی جا۔"

صنوبر ادب سے آئی جھک کر مجرا کیا پاؤں کو بوسہ دیتی تھی کہ منیرہ نے پاؤں ہٹا لیا اور کہا " یہ لغو باتیں یہ فضول جکڑ بندیاں بے سود ہیں اماں جان سے کہدو میں صرف ایک شرط پر محلسرا میں آ سکتی ہوں میں آزاد ہوں اور آزاد رہوں گی پھروں گی جہاں جی چاہے۔ اور رہوں گی جہاں دل نے خواہش کی۔ کہدے سمجھا کر کہدے۔ پہاڑ کی چوٹی میرا چمن پھونس کی جھونپڑی میرا مسکن آسمان

میرا انیس اور زمین میری جلیس ہو گی ان ترانوں کا لطف پرندوں کے نغمہ میں موسیقی کا مزہ ہوا کے جھونکوں میں لوں گی۔

صنوبر:۔ چھوٹی سرکار آپ اپنے اوپر نہیں ہم پر اور سرکار کے حال پر نہیں کنیزوں کے رحم کیجئے خدا کا واسطہ رسولؐ کا طفیل اس ہٹ کو چھوڑیئے اس ضد سے باز آئیے جو حکم دیجئے وہ ہوگا جو فرمائیے وہ کریں گے بڑی سرکار ہر وعدہ کو آمادہ اور ہر اقرار کو تیار ہیں مگر آپ ذرا اپنی حالت کو درست دماغ کو صحیح اور طبیعت کو چونچال کیجئے کس کی مجال ہے کہ آپ کے خیال میں دم مار سکے۔ آپ باہر آئیے میں وعدہ کرتی ہوں کہ جو ہوگا وہ آپ کی مرضی کے موافق اور خواہش کے بموجب۔

میلے کچیلے کپڑوں سے سر میں کنگھی تھی نہ ہاتھ میں پھول متفکر و پریشان چلی اور آئی۔ فرزانہ اپنی غلطی پر نادم اور اپنے حکم پر شرمندہ تھی مگر یہ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ احتیاط مصیبت اور انتظام وبال جان ہوا۔ یہ تمام خلجان یہ ساری بپتا محض اپنی عقل کی ہے۔ سامنے آئی بیٹی کو کلیجہ سے لگا لیا اور کہا" نہا لو کپڑے تیار ہیں"۔

ایک دفعہ نہیں دو دفعہ کہا تین دفعہ کہا۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو سوسن سامنے آئی فرزانہ کو ٹالا۔ صنوبر کو بھیجا اور کہا" میں ہمراز ہوں۔ معاملہ سے باخبر اور واقعہ سے آشنا جانتی ہوں جو ہوگیا اور سن چکی ہوں جو بیت گئی چاند پہاڑ سے دوپہر کے وقت نکلا۔

کر دوں گی جو کہو گی۔ اور دکھا دوں گی جو دیکھو گی"

سوسن کے اتنا کہتے ہی دوڑ کر گلے سے لپٹ گئی اور کہا۔

"اچھی میری سوسن تجھ سے کس نے کہا کیونکر جانا۔ کس طرح خبر ہوئی۔

سوسن۔ پیاری بچی دل سے دل کو راہ ہے اس کی حالت تم سے بُری اور اُس کی کیفیت تم سے بدتر ہے عمر دنیا کے نشیب و فراز میں گذری ایسی ایسی گتھیوں کا سلجھا دینا اُلٹے ہاتھ کا کام ہے۔

منیرہ۔ مگر اس قسم کا انسان میں نے پہلے نہیں دیکھا اس کی صورت میں ایک چمک تھی اس کی پیشانی پر ایک نور تھا اس کے چہرہ میں ایک آن تھی وہ ان پھولوں سے ان جانوروں سے بہت زیادہ حسین تھا میں چاہتی ہوں کہ صرف اسی کو اپنے پاس رکھوں مجھے یقین ہے کہ اسکے دیکھنے سے مجکو مسرت حاصل ہوگی۔

سوسن ہائیں ہائیں چھوٹی بیگم کیا کہہ رہی ہو ذرا دل کو سنبھالو اور زبان کو روکو یہ شرم کی باتیں ہیں کہیں بڑی سرکار کے سامنے نہ کہدینا۔

منیرہ۔ اس میں شرم کیا ہے کسی مرغوب شئے کو پاس رکھنا کسی اچھی چیز کو دیکھنا۔ اماں جان کی مرضی کے خلاف کیوں ہے؟

سوسن۔ ہاں ہے اور ضرور ہے مصلحت یہی ہے کہ جو میں کہوں وہ کرو جس طرح رکھوں اُسطرح رہو۔

منیرہ۔ اچھا۔

سوسن۔ لو اُٹھو نہاؤ کپڑے بدلو۔

اب کیا تامل ہو سکتا تھا تو تعاشا کا دریا دل میں لہریں لے رہا تھا اور وہ لہریں جن میں فرحت کے سوا کسی کلفت کا گزر ہی نہ تھا جلدی جلدی نہائی جھپا جھپ کپڑے بدلے اماں کے سلام کو گئی کھانا بھی پیا بھی باتیں بھی کیں ہنسی بھی اُٹھی باہر آئی اور سوسن کو لیکر اسی مقام پر پہنچی جہاں یہ رد گ لگا تھا جھانک کر دیکھا تو وہی سوار گم سم ساکت و حیران تصویر بنا کھڑا ہے۔

منیرہ تم بات کر سکتے ہو۔

"بول سکتا ہوں مگر دماغ صحیح نہیں ہے"

منیرہ۔ تم میرے پاس آجاؤ میں ایک طلائی پنجرے میں تم کو رکھوں گی

سوار:۔ آکدھر سے جاؤں کوئی راستہ تو ہے ہی نہیں۔

منیرہ:۔ اچھا ٹھیرو! ذرا سوسن آجائیں۔

(۶)

آج پانچ روز اسی تلاش میں گزر گئے چاروں طرف آدمی جا اور آرہے ہیں مگر شہریار کا کہیں پتہ نہیں پچیس برس کی عمر ہونے آئی لیکن آج تک کوئی دم کو میرے بغیر پوچھے باہر نہیں ٹھہرا خدا معلوم کیا گذری کسی ایسی ہی مصیبت میں پھنس گیا ورنہ وہ ٹھہرنے والا انسان نہ تھا۔

سہیلی۔ میں تو اتنے دن سے یہی پیٹ رہی تھی کہ آپ شہریار میاں کا فکر کیجئے آپنے خاک پروانہ کی بیٹی کا سہم ایسا چڑھا ہے کہ زندگی کے سارے ہی جھگڑے بھول بسر گئیں بیٹی کا جوان ہو جانا یہ معنی تو نہیں رکھتا کہ بیٹوں کی طرف سے آدمی بیفکر ہو جائے میں جانتی ہوں کہ بیٹی کا سہم بھی ایک مصیبت ہے اور جبتک وہ بوجھ سر سے نہ اترے اور کچھ سجھائی نہیں دیتا مگر جب ماں باپ یہ یقین کرلیں کہ لڑکے کے تیور ہی کچھ کہہ رہے ہیں۔ تو اس کی طرف بھی توجہ کرنی ضروری ہے۔

سنبلستان۔ خیر اگر یہ غلطی تھی تو ہو گئی خدا کے لئے اب بتاؤ شہریار کو کہاں سے لاؤں کدھر ڈھونڈھوں کس جگہ تلاش کروں۔

سہیلی۔ بیگم اسقدر پریشان نہ ہو کوئی وجہ ہو گئی ہوگی آجائیں گے۔ شکار کے دھتیا ہیں شاید کہیں دور نکل گئے۔

سنبلستان خرابی تو یہ ہے کہ اکیلا ہے کوئی ساتھ بھی تو نہیں۔ بہت ہی دل

پریشان ہو رہا ہے۔ لاؤ بہن فرزانہ کے ہاں ہو آؤں۔ وہاں شاید جی بہل جائے ذرا کہنا تخت رواں تیار کرو۔

تخت رواں تیار ہوا۔ سنبلستان تن تنہا سوار ہوئی اور تھوڑی دیر میں بہن کے ہاں جا پہنچی۔

فرزانہ۔ آؤ بیوی۔

سنبلستان۔ کیا آؤں تقدیر ہی ایسی لائی ہوں کہ ہر وقت ہر طرف سے فکر سوار ہیں آج پانچ دن ہو گئے شہریار کا پتہ نہیں نہ معلوم کدھر چلا گیا۔

فرزانہ۔ فکر کی کیا بات ہے میں تو خدا کا شکر کرتی ہیں کہ میرے ہاں بیٹا پیدا نہیں ہوا ورنہ میں تو ہوتے ہی گلا گھونٹ دیتی۔

سنبلستان۔ تم نے بیٹی ہی کا گلا گھونٹ دیا ہوتا۔

فرزانہ۔ میں تو مرد کی ہستی پر بحث کر رہی ہوں تم بُرا کیوں مان گئیں۔

سنبلستان۔ بس میں جاتی ہوں۔

فرزانہ نے ہر چند روکنا چاہا مگر پھر ملکہ سنبلستان ایک دم نہ ٹھہری تخت اُڑا چلا جا رہا تھا کہ سنبلستان کی نظر زمین پر پڑی دیکھتی کیا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر منیرہ تن تنہا اس طرح بیٹھی ہے کہ کمند اُس کے ہاتھ میں اور نگاہ شہریار کی صورت پر اور شہریار بدنصیب نصف کمند طے کرنے کے بعد اب اس جگہ ہے کہ اگر ہوا کی ایک حرکت منیرہ کو جھونکا دے یا شہریار کا پاؤں کمند پر سے پھسل جائے تو دونوں کی ہڈیاں تک چکنا چور ہو جائیں۔ دم نکل گیا تخت رواں کی آواز نہایت زور شور کی تھی۔ دونوں اپنی کوششوں میں اس درجہ منہمک تھے کہ اُن کو مطلق خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے منیرہ بھانجی تھی اپنی اولاد نہیں بہن کا پیٹ مگر شہریار اپنے کلیجہ کا ٹکڑا۔ مامتا نے آنکھوں میں دنیا اندھیر کر دی دل دھکڑ دھکڑ کر رہا تھا خاموش تھی اور سوچتی تھی کہ کیا کرے۔ جانتی تھی

کہ اگر ذرا شہریار کا خیال بھٹکا تو ہڈی پسلی ایک ہو جائیگی۔ عجیب نازک وقت تھا تین دن کی چھوٹی ہوئی ماں جو چاروں طرف ہڑبڑاتی پھرتی تھی اور جس کو کھانا پینا سب حرام تھا اس طرح محبّت کے جال میں گرفتار دیکھتی ہے کہ بچّہ ہتیلی پر جان لئے کمند پر چڑھ رہا ہے۔ آگے بڑھی اور جلدی نکل تخت کو اُتار پیدل ادھر آئی اور ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہوکر سلامتی کی دعائیں مانگنے لگی۔ خدا خدا کرکے شہریار چوٹی پر پہنچا تو مطمئن ہوئی۔ اب بہن کے پاس جانے کو جی نہ چاہتا تھا مگر یہاں سے چلے جانے کی بھی ہمّت نہ تھی۔ بہن کے مزاج سے واقف تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ یہ وہ ڈائن ہے جس نے جیتے جاگتے شوہر کو زہر دیکر قبر میں پہنچا دیا وہ ظالم ہے جس نے اٹھارہ سال تک بیٹی کو اس طرح بھونرے میں رکھا کہ مرد کی صورت تک نہ دیکھنے دی، وہ کٹر ہے کہ میرے بچہ کے گم ہونے پر ہمدردی سے گئی محبت سے گئی، مروت سے گئی، میرے منہ در منہ صاف کہدیا کہ گلا گھونٹ دیتی اگر پتہ چل گیا اور خبر لگ گئی تو اپنی بیٹی کا تو خدا معلوم کیا حشر کرے مگر شہریار کو کچا کھا جائیگی شام تک وہیں بیٹھی رہی مگر جب کسی طرح شہریار واپس نہ آیا تو تخت پر سوار ہوئی اور فرزانہ باغ میں ایک طرف خاموشی سے اُتر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی تو دونوں ابتک وہیں بیٹھے تھے۔ سوسن نے دور سے سنبلستان کو دیکھا اور آگے بڑھ کر کہا "اتنی دیر سے کھڑی سوچ رہی ہوں کہ کیا کروں دیکھئے یہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے" ابھی سنبلستان کچھ جواب نہ دینے پائی تھی کہ فرزانہ غصہ میں بھری آتی دکھائی دی دونوں کے خون خشک ہو گئے اس نے بہن سے تو صرف اتنا کہا خیر صلاح آپ کدھر آئیں اور یہاں کیوں کھڑی ہو مگر سوسن سے بات بھی نہ کی اور اوپر چڑھ گئی دونوں ایسے محو تھے کہ مطلق پتا نہ چلا کہ فرزانہ سر پر آئی دیکھتے ہی غصہ میں آگ بگولا ہو گئی۔ منیزہ بالکل اسی طرح جس طرح خوبصورت پرندوں سے

محبت کا اظہار کرتی تھی شہریار کے ساتھ سلوک کر رہی تھی کبھی اس کی کمر پر ہاتھ رکھتی تھی کبھی اُس کے منہ پر شہریار اس کے قدموں میں لوٹ رہا تھا اور دونوں پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ غصہ میں تھر تھر کانپتی فرزانہ نیچے آئی اور کہا تم دونوں کمبختوں نے ملکر یہ غضب ڈھایا میں اس سلوک کی مستحق نہ تھی خیر اب بہتری اسی میں ہے کہ فوراً شہریار کو یہاں سے غارت کرو منیزہ کو تو میں ابھی اس کے باپ کے پاس پہنچا دیتی ہوں۔

اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ سنبلستان نے بے تحاشا اور لاتعداد آوازیں شہریار کو دینی شروع کیں۔ آخر سلسلہ محبت اس صدائے بے ہنگام سے ٹوٹا اور منیزہ نے جھانک کر دیکھا تو ماں۔ خالہ۔ سوسن تینوں کھڑے ہیں۔ ماں دامن پیٹتی ہوئی الگ ٹہل رہی ہے۔ سوسن گم سم ایک طرف کھڑی ہے اور خالہ حیران و پریشان آوازوں پر آوازیں دیئے جا رہی ہے۔

منیزہ۔ خالہ جان کیا حکم ہے۔

سنبلستان۔ ذرا نیچے آؤ۔

اسوقت منیزہ اسقدر خوش تھی کہ اس کی باچھیں کھلی جاتی تھیں وہ فوراً نیچے چلی آئی اُس کا نیچے آنا تھا کہ فرزانہ اُس کا ہاتھ پکڑ بارہ دری میں لے گئی اور سنبلستان ادھر گئی تو شہریار ایک درخت کے نیچے خاموش کھڑا تھا۔ ماں کی صورت دیکھتے ہی ارادہ کیا کہ کمند کے ذریعہ سے نیچے اُتر جاؤں مگر سنبلستان سر پر جا پہنچی اور کہا۔

آج تین روز سے خاک چھانتی پھرتی ہوں ایسا دل پتھر کر لیا کہ پلٹ کر صورت دیکھی نہ دکھائی!! شہریار خاموش تھا۔ سنبلستان اس کو ساتھ لے کر نیچے آئی اور سوسن سے کہا اب آپ کی کیا رائے ہے!!

سوسن۔ آپ شہریار کو لیکر گھر جائیے مصلحت اسی میں ہے۔
سنبلستان لڑکے کو لیکر تخت رواں پر بیٹھی اور گھر کا راستہ لیا۔

(۷)

میں آپ سے صرف اسقدر کہتی ہوں کہ تعدد ازدواج کا مسئلہ قانون فطرت ہے مجھے اس سے انکار نہیں کہ موجودہ مسلمانوں نے اس سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اس مسئلہ کو اس درجہ تک پہنچا دیا کہ خود مسلمان اس کے برخلاف چیخ اُٹھے۔ لیکن ان مسلمانوں کی خود غرضی کا ذمہ دار اسلام ہرگز نہیں ہے۔ آپ کو مرد سے اسلیئے نفرت ہے کہ وہ دوسری عورت پر فریفتہ ہو کر جس عورت سے پہلے محبت کرتا تھا اس کو غارت کر سکتا ہے میں اس سے متفق ہوں لیکن یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ عورت بھی ایسا کر سکتی اور کبھی کبھی کر لیتی ہے۔ لیکن جن حالات میں بڑے سرکار نے دوسرا نکاح کیا ان کا فعل نکاح قابل ملامت نہ تھا ہاں نتیجہ نکاح چونکہ احکام خداوندی کے خلاف تھا اسلیئے ان کی ذات قابل ملامت ہے۔ آپ اُن کی بابت جو چاہیں کہیں لیکن اُن کے اس فعل کو جو نکاح ثانی کی صورت میں ظاہر ہوا قابل الزام نہ ٹھہرائیے میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں اور اب پھر کہتی ہوں کہ آپ نے منیزہ کے معاملہ میں سخت بے انصافی برتی۔ آپ نے قدرت کا مقابلہ کیا اور یہ نہ سمجھا کہ جذبات فطرت انسانی طاقت سے ہرگز نہیں رک سکتے آپ نے اسکو بھونرے میں پالا خوب کیا آپ نے اس کی نگہداشت کی بہت اچھا کیا لیکن یہ احتیاط کہ وہ مرد کی صورت کبھی نہ دیکھ سکے اسلیئے کہ مرد کو تعدد ازدواج کی اجازت ہے ایک علانیہ پشیمانی اور کھلی ہوئی نادانی ہے۔ میں نے اس روز بھی آپ سے عرض کیا تھا اور اب پھر کہتی ہوں کہ تعلقات زناشوئی سے فطرت کا مقصد صرف بقاء نسل ہے تاکہ دنیا کی آبادی میں کسی قسم کا رخنہ

نہ پڑے اسی واسطے کلام اللہ نے صاف صاف کہدیا ہے کہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ تمہاری بیبیاں گویا تمہاری کھیتیاں ہیں ظاہر ہے کہ کھیتی سے صرف پیداوار مقصود ہے اور اس طرح فطرت کی غرض اس تشبیہہ سے بدیں اعتبار یہی ہے اس کو سب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بہت سے عوارض ایسے لگے ہوئے ہیں۔ حمل، وضع حمل، رضاع وغیرہ وغیرہ کہ روز نکاح سے دم واپسین تک اس کی عمر کا تہائی حصہ اسطرح گذرتا ہے کہ وہ فطرت کی اس غرض کو بہ احسن وجوہ پورا نہیں کر سکتی ۔

اب آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ تعدد ازدواج کی اسلام نے اجازت دی ہے تاکید نہیں کی۔ اگر وہ کسی جگہ مقامی یا رسمی حالات سے ناپسند ہو تو اس تکثیر کا روکنا نہایت آسان ہے ہر دوسری اور تیسری اور چوتھی بیوی مرد کی اس تکمیل خواہش میں رخنہ انداز ہو سکتی ہے۔ بیگم صاحب آپ حالات کو صرف اپنی ذات اور خواہش تک محدود نہ کیجیے باوجود صریح صورت کے پھر بھی نکاح ثانی ہوتے ہیں اور عورتیں یہ سمجھ کر کہ سوکن زہر کی چھری ایک ہی بری ایک پر بھی اور دو پر بھی اور تین پر بھی بیوی بننا پسند کرتی ہیں اس لئے کہ ضروریات حالات واقعات مجبور کرتے ہیں کہ اس زہر کو پیں اور اس زخم کو انگیز یں۔ ایسی حالت میں کوئی وجہ نہیں تھی کہ قدرت ان معاملات کو نظر انداز کر دیتی ۔

آپ نے صرف اتنی سی بات پر جو اس کا حق جائز تھا شوہر کو زہر دیدیا۔ لیکن اُس نے جو کچھ کیا اور آپ نے جو کچھ کیا کبھی اس کا مقابلہ تو کیجیے کہ گنہگار کون ہے وہ یا آپ اب یہ دوسرا عذاب آپ نے اور اپنے سر لیا کہ ساری دنیا کے دستور اور کل جہان کے قاعدے چھوڑ اور توڑ یہ اہتمام کیا کہ بیٹی مرد کی صورت ہی نہ دیکھے اس کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا۔ سیری یا بلکہ سنیاستان کی طرف سے

آپ کا بدظن ہونا ایک تیسرا ظلم ہے میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں بلکہ غریب آس نہ پاس آپ جو چاہیں سمجھ لیں اب سیدھی بات یہ ہے کہ آپ دونوں کا نکاح کر دیجئے اور پچھلی باتوں پر خاک ڈالیئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ آپ کا قصور معاف کر دے۔

فرزانہ۔ میں یہ تسلیم کرتی ہوں کہ جو حقوق اسلام نے عورت کو دیئے وہ سب سے زیادہ ہیں اور اس سے بھی اتفاق ہے کہ نکاح ثانی جرم نہیں مگر نتیجہ نکاح مسلمانوں کی خود غرضی کی وجہ سے اس قدر خراب نکل رہا ہے کہ نکاح ہی بدنام ہوگیا اور جو مسلمان سنت رسول کے بہانہ سے اسلام کی آڑ میں بیویوں پر ظلم توڑ رہے ہیں یقیناً وہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ مجھے یہ بھی تسلیم ہے کہ میں نے زہر دینے میں سخت غلطی کی اور میں خدا سے اس کی معافی کی خواستگار ہوں لیکن منیزہ کے معاملہ میں میری خواہش ممکن ہے کہ بیجا ہو اور بیجا بھی تھی مگر یہ قیامت تک نہ ہوگا منیزہ جس نے میری چھاتی پر مونگ دلے شہریار کی بیوی ہو جائے اور شہریار جس کے خیال سے میرے کلیجہ پر سانپ لوٹتا ہے ہرگز ہرگز منیزہ کا شوہر نہیں ہو سکتا مجھے ہرگز یقین نہیں کہ تم اور سنبلستان دونوں بیگناہ ہو اور یہ از غیبی گولہ گرا تم دونوں کی سازش اس میں ہے اور اگر کم سے کم تم اس میں شریک نہیں ہو تو اب میری کوششوں میں شریک ہو اور اس کے سوا اب کوئی چارہ نہیں کہ منیزہ کو شہریار سے اور شہریار کو منیزہ سے قطعی نفرت ہو جائے

سوسن میں ممنون ہوں کہ آپ نے میری رائے سے اتفاق کیا اور میری بیگناہی منظور فرمائی میں آپ کی ہر کوشش میں شریک ہوں لیکن آپ کا یہ خیال درست نہیں اور نتیجہ بہت ہی خراب نکلیگا۔

فرزانہ۔ میں نے تمہارے خیال سے اتفاق کیا اب میں تم سے صرف

یہ توقع رکھتی ہوں کہ خاص معاملہ میں تم محض میری رائے پر عمل کرو اور اپنی عقل کو قطعی دخل نہ دو

سوسن یہ میرا فرض ہے اور میں ایسا ہی کروں گی۔

فرزانہ اچھا تو تم دروازہ کھولدو اور مردکی جو روک ٹوک ابتک تھی وہ اسوقت سے ختم ہوئی اس کے بعد تم فوراً آجاؤ اور نرگس کے لڑکے فیروز کو بلا لاؤ۔

سوسن فیروز کے آنے میں کیا مصلحت ہے وہ سب ہمیشہ آپکے خاندان کے جانی دشمن رہے اب اس کا بلانا میری سمجھ میں نہیں آتا۔

فرزانہ۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اس ایک معاملہ میں تم اپنی رائے شریک نہ کرو۔

سوسن۔ بہت اچھا ابھی تعمیل کرتی ہوں ؛

(۸)

فرزانہ بہن میرا بچہ کسی غیر کا بچہ نہیں تمہارا اپنا بچہ ہے تم اگر اجازت دو تو میں اس کو بلا کر تم کو دکھا دوں کہ اس کی کیا حالت ہو گئی وہ دیوانوں سے بدتر سودائیوں سے ابتر سڑیوں کی طرح ٹکریں مارتا پھر رہا ہے۔ کھانا پینا سونا بیٹھنا سب چھوٹ گیا۔ اگر مرض ہوتا تو تمام دنیا کے حکیم اور طبیب جمع کر دیتی زر و جواہر اس کے برابر تولتی اشرفیاں اس کے اوپر قربان کرتی مگر اس کے مرض کا علاج اور اسکے دکھ کی دوا اور اس کی بیماری کی شفا صرف تمہارے ہاتھ میں ہے غیر نہیں بہن ہوں اور تمہارے قدموں پر سر رکھ کر کہتی ہوں کہ میرے مردہ بچہ کو جلا لو۔ فرزانہ بہن شہر یار کی حالت دیکھ دیکھ کر میرا کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ میری عمر بھر کی کمائی میری زندگی کا سہارا شہر یار اور صرف شہر یار ہے۔ مجھے آج کھانا کھائے تیسرا روز ہے میں بھیک مانگنے آئی ہوں میری چھوٹی بہن کے گھر سے خالی نہ جائے۔ اس کو غلامی میں قبول

کرو اور میری لاج رکھ لو میں یہ نہیں چاہتی کہ ساس بنکر بیٹھوں میری یہ خواہش نہیں ہے کہ بڑی بوڑھی ہوکر رہوں میں تمہاری تمہاری بچی کی دونوں کی لونڈی رہونگی اور منیزہ کا ہر قدم اپنے سر آنکھوں پر رکھوں گی۔

فرزانہ مجھے کوئی عذر نہیں مگر جہاں تک میں غور کرتی اور دیکھتی ہوں مجھے تو یہ ہی معلوم ہو رہا ہے کہ اسکی طبیعت دفعتاً پلٹ گئی اور وہ فیروز پر اس بُری طرح مائل ہوئی ہے کہ شہریار کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتی حق یہ ہے کہ اس نے کل میرے سامنے گلشن سے یہ کہدیا کہ اگر شہریار کا ذکر دوبارہ میرے روبرو کیا تو پھر گھسنے نہ دوں گی۔ میں خود چاہتی تھی اور چاہتی ہوں اور تم سے پہلے بھی اپنی طرف سے یہ کوشش کر رہی ہوں، کی، اور کر چکی مگر وہ تو ایسی فرنٹ ہوئی ہے کہ خدا کی پناہ۔ یہ تم لوگوں کی جلدی کا نتیجہ ہے۔ اگر میرے ذریعہ سے کوشش کرتیں تو کامیابی ہوتی اور یقیناً ہوتی

سنبلستان۔ اگر تم اجازت دو اور بتا دو کہ وہ کہاں ہے تو میں خود اُس کی کیفیت دیکھوں اور اگر موقع ہو تو اس معاملہ کو چھیڑ دوں۔

فرزانہ۔ نہیں یہ تو میں مناسب نہیں سمجھتی اول تو وہ کسی کو اپنے پاس آنے ہی نہیں دیتی اور اگر میں کبھی چلی بھی جاتی ہوں تو سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی مگر میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ کوشش کروں گی۔

سنبلستان۔ اچھا اگر یہ مناسب نہیں ہے تو تم ایک دفعہ شہریار کی حالت تو دیکھ لو ممکن نہیں کہ تمہارا دل اس کی صورت دیکھ کر نہ کٹ جائے" ماموں مرے موسی جیئے"۔ تم سے بڑھ کر عزیز اور تم سے زیادہ رفیق اس کا کون ہو سکتا ہے۔

فرزانہ۔ یہ ٹھیک ہے مجکو دیکھ کر اور تکلیف ہوگی پہلے میں ادھر کا ٹھیک ٹھاک کرلوں اس کے بعد خود ہی بلوا بھیجوں گی۔

سنبلستان۔ فیروز اتنا کمبخت ور نالائق لڑکا ہمارے مقابلہ میں سامنے

آئے۔ میں اس کو زندہ درگور کروں گی اور میری آنکھیں ہرگز ہرگز وہ وقت نہ دیکھیں گی کہ شہریار منیرہ کے واسطے تڑپے اور فیروز اس کا شوہر بنے۔

فرزانہ۔ مجھے تمہاری رائے سے اتفاق ہے ضرور فیروز کو اسکے اعمال کی سزا ملنی چاہیئے۔ اب تم جاؤ میں بہت جلد تم کو واقعات کی اطلاع دوں گی۔

فرزانہ اس کے بعد محلسرا میں آئی۔ ٹھہری۔ بیٹھی کچھ سوچا اور سیدھی اٹھ کر ہوائی بارہ دری میں گئی تو منیرہ پتھر کی طرح بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی اندر پہنچی اور کہا۔

" کیوں طبیعت درست ہوئی یا ابھی تک وہی جن سوار ہے۔ تو نے مجھے پہچانا نہیں میں کون ہوں؟ میں وہ عورت ہوں جس نے تیرے باپ کو قبر کے منہ میں پہنچا دیا۔ تجھ جیسی ناہنجار و نافرمان لڑکی کا سیدھا کرنا میرے نزدیک بڑا کام نہیں یاد رکھیو تجھے تیروں سے آرا دوں اور تیوری پر بل نہ لاؤں۔ پلیسہ پر رکھکر بوٹیاں کاٹوں اور آہ نہ کروں۔ چیل کوؤں کو بانٹوں اور اُف نہ کروں۔ سیدھی طرح بات کرنی ہے تو کر اور جواب دینا ہے تو دے ورنہ یوں ہی تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گی۔

منیرہ کیا جواب دوں کوئی بات قابل جواب نہیں۔ شہریار کو بلا دیجئے مجھے اُس کی صورت بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ میں اس کو اپنے پاس رکھوں گی اپنے ساتھ کھانا کھلاؤں گی، میں نہیں سمجھ سکتی شہریار کی پسندیدگی ایسا کیا جرم ہے جس کی وجہ سے مجھے ایسی سخت سزائیں مل رہی ہیں۔

فرزانہ تجکو کسی چیز کے پسند کرنے کا جب تک ہماری رائے اس میں شامل نہ ہو کوئی حق نہیں ہے تو عمر بھر تڑپے گی مرے گی اور اسی جگہ دفن ہوگی مگر اس کمبخت کی صورت بغیر اجازت، نہ دیکھ سکے گی۔

منیرہ۔ مگر اس سے پہلے کسی۔ شے کی پسندیدگی میں میں آپ کی رائے کی محتاج نہ تھی آخر شہریار میں ایسے کیا لال لگے ہوئے ہیں۔

فرزانہ۔ ہاں ٹھیک ہے تو ہے بھی تو بہت ننھی بھولی، تو نہیں جانتی کہ وہ مرد تو عورت دونوں کا ایک جا تنہائی میں جمع ہونا کسقدر خطرناک ہے۔

منیرہ مجھے نہیں معلوم کہ مردمیں ایسا کیا خطرہ ہے آپ نے مجھے اس کی ہستی سے بیخبر رکھا اور جب خطرہ ہے تو اس میں بُرائی ہے تو بھلائی بھی ہوگی۔

اب سوسن فیروز کو لیکر آپہونچی اور فرزانہ نے اس کو یہ کہہ کر بارہ دری کے اندر بھیجدیا کہ اگر تم اس بُت کو رام کرسکو تو مجھے تمہارے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی تامل نہیں ساتھ ہی منیرہ سے بھی کہدیا کہ اگر تیرا یہی اصرار ہے تو جان لے کہ وہ ظالم سنگدل تیرے نام پر تھوکتا بھی نہیں کیوں سوسن کیا گذری۔

سوسن۔ سرکار یہ یاسمین گئی تھی اسی کو آپ نے بھیجا تھا اس سے دریافت کیجئے کہ کیا ہوا۔

فرزانہ کیوں یاسمین نتیجہ کیا ہوا۔

یاسمین۔ سرکار کیا عرض کروں اس بدمعاش کے پاس چندے آفتاب چندے مہتاب مرگ کی سی نین چیتے کی سی کمر ایک دوسری عورت بنی ٹھنی پھولوں میں لدی عطر میں بسی، ماتھے پر افشاں ہاتھوں میں گجرے بال بال گج موتی پروئے بیٹھی تھی میں نے جاکر حضور کا پیغام دیا اور کہا سرکار یاد فرماتی ہیں ملکہ عالم کی طبیعت ناساز ہے میرے منہ سے اتنا نکلتے ہی شہر بار نے آکر دو طمانچے مارے اور کہا چولھے میں گئی تو اور تیری سرکار اور تیری ملکہ صدقے میں اُتاروں قربان کروں تیری نامراد اور ناشاد ملکہ کو خبردار جو آیندہ آئی یا اُس کمبخت کا ذکر کیا۔ دیکھتی نہیں میرے برابر یہ کیسی حسین بیگم بیٹھی ہے۔ میں تو ہوی اُس کا منہ تکتی رہی اتنے میں ملکہ سنبلستان نے آکر میرے لات ماری اور کہا کمبخت غارت

کیوں نہیں ہوتی نکل یہاں سے۔

فرزانہ۔ مگر ہم مجبور ہیں منیزہ کے ہاتھوں کہ یہ کسی طرح چین نہیں لیتی تو پھر جا اور اُس کے قدموں میں سر رکھ کسی طرح لے کر آ۔

یاسمین۔ بہت اچھا سرکار ابھی جاتی ہوں۔

منیزہ۔ نہیں کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اب ہرگز مت جاؤ۔

فرزانہ۔ بی بی تو آ میرے ساتھ آ اس دوسری محلسرا میں چل۔

آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے ننھا سا دل جو محبت سے ناآشنا اور فریب سے بیخبر تھا تڑپ اُٹھا مگر غیرت نے اُف نہ کرنے دی ماں کے ساتھ آئی زبردستی کپڑے بدلے اور سرگند ہوا یا۔ خاموش بیٹھی تھی کہ فیروز اندر داخل ہوا۔

فیروز۔ ایک خادم۔ جو شہریار کی طرح دغا باز اور فریبی نہیں ہے۔ کرم کا خواستگار ہے۔

منیزہ۔ یا تو اسقدر احتیاط تھی کہ میں مرد کی صورت کبھی نہ دیکھوں یا یہ اذن عام ہو گیا کہ جس کا جی چاہے بارہ دری میں گھس آئے شہریار دغا باز ہے تو بلا سے اور تم وفادار ہو تو ہزار بلا سے۔

گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ فرزانہ سنبلستان کو لے آئی اور کہا فیروز یہاں آؤ سنبلستان نے اپنے سامنے اپنی آنکھ سے فیروز کو منیزہ کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا غصہ کی انتہا اور جلن کی حد نہ تھی تھر تھر کانپنے لگی فرزانہ نے فیروز کو توٹا لا اور بہن کو لئے ہوئے ٹہلنے لگی سنبلستان لاکھ ضبط کی کوشش اور چھپانے کا قصد کرتی تھی مگر کسی طرح وہ آگ فرد نہ ہوتی تھی۔

سنبلستان۔ میں اب جاتی ہوں اور سب سے پہلا کام میرا یہ ہوگا کہ فیروز کو جہنم واصل کروں۔

فرزانہ۔ تم اگر یہ قصد مصمم کر چکی ہو تو میں چونکہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم اپنے ارادے کے سامنے کسی بات کی پروا نہیں نہیں کرتیں اسلئے تمام تک کے واسطے اس خیال کو ملتوی کر دو میں ایکبار کوشش اور کرلوں اگر اب کے بھی ناکامی ہوئی تو تم شام کو اپنا قصد شوق سے پورا کرنا جاؤ تم ذرا شہریار کو بھیجدو۔

فرزانہ کا یہ بیان ایک اڑواڑ تھی جس نے گرے ہوئے مکان کو تھام لیا اور وہ بہن کا شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئی اور جاتے ہی شہریار کو بھیجدیا فرزانہ نے شہریار کو ایک علاحدہ کمرہ میں رکھا اور فیروز کو شام کے وقت جب سنبلستان کے آنے کا وقت تھا منیرہ کے پاس بھیجدیا۔ سنبلستان آئی تو ہمہ تن شوق تھی اور نتیجہ کے واسطے اس طرح بیتاب کہ دنیا و مافیہا کا ہوش نہ تھا مگر بہن سے یہ سنکر کہ منیرہ نے شہریار کو نکال دیا اور فیروز نے اُس کو بہت مارا۔ آپے سے باہر ہوگئی۔ اس زخم پر زبردست چرکا وہ تھا جو بہن نے فیروز کو منیرہ کے کمرہ میں اس وقت دکھا دیا جب وہ طیش میں دانت پیس رہی تھی +

(۹)

بھادوں کی آخر رات ہے جس کے ساتھ برسات کی وداع ہے آسمان پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہے بادل زور شور سے گرج رہا ہے رات کا ابتدائی حصہ ہے اور سنبلستان و فرزانہ دونوں بہنیں منیرہ کی مفسرا کے آگے ٹہل رہی ہیں سنبلستان کے ہاتھ میں خنجر آبدار بار بار گردش کر رہا ہے وہ دیوانہ وار جوش میں بھری ادہر ادہر جھوم رہی ہے اور کہتی ہے۔

میرا بچہ خودکشی پر آمادہ ہو اُس کے ہاتھ سے زہر کا پیالہ چھینوں اور یہ نمک حرام اس طرح مزے اُڑائے اس کی موت سر پر کھیل رہی تھی کہ اس کو عشق چرّایا بدتمیز کو اپنی اصلیت دیکھنی چاہیئے تھی اپنی حالت پر

غور کرنا تھا۔ بس اب میں جاتی ہوں مجھے ایک دم چین نہیں اس مردود کے گستاخ ہاتھ شہریار کو ماریں شہریار روتا ہوا نکلے میں سنوں اور زندہ رہوں اس کا محبت بھرا دل تم ابھی خون میں تڑپتا دیکھنا اس کی ناپاک نعش ابھی لیجا کر شہریار کے قدموں میں ڈالوں گی مگر یہ اندھیرا کیوں ہے ؟

فرزانہ شاید آج کل کی محبت کا تقاضا اندھیرا ہی ہوتا ہوگا روز کمبخت روشنی گل کر دیتا ہے مگر تم دن کو دیکھ تو چکی ہو دروازہ کے برابر ہی کرسی پر بیٹھا ہے منیزہ اندر کے کمرہ میں قید ہے میں نے اسوقت تک اس کی عصمت پر حرف نہیں آنے دیا سنبلستان نے خنجر کا دستہ زور سے پکڑا اور آپے سے باہر ہو کر کمرہ میں گھسی تو منیزہ کے یہ الفاظ سُنے " مجھے اماں جان کی مطلق پروا نہیں میں دھوکے میں تھی اور مجھے تم سے وہی محبت ہے " فیروز کی گردن سنبلستان کے ہاتھ میں تھی اور خنجر سینہ کے پار لاش تڑپی اور کمرہ روشنی سے جگمگا اُٹھا تو سنبلستان نے دیکھا کہ جس خون میں وہ نہا گئی وہ اس کے اپنے کلیجہ کے ٹکڑے شہریار کا ہے اور بیگناہ بچّہ حسرت بھری نظر سے ماں کے چہرے کو تک رہا ہے قاتل ماں نے ایک چیخ ماری اور یہ کہہ کر لاش پر گری۔

" ہائے شہریار "

سر گود میں لیا منہ پر منہ رکھ دیا پیار کرنے لگی خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا کبھی منہ سے ملتی کبھی آنکھوں سے لگاتی۔ کیسا نازک وقت ہے کہ ایک ماں جو بچّہ پر پروانہ تھی جو محض اس کی محبت کے کارن ایک زندہ روح کو جو خود بیگناہ تھی خاک میں ملانے چلی اپنی آنکھ سے جوان شیر کو تڑپتا دیکھ رہی ہے اور سوچ رہی ہے کہ ہیں وہ ڈائن ماں ہوں جس کی مثال آج سے پہلے یا آج کے بعد دنیا پیش نہ کر سکے گی میں وہ شقی القلب ماں ہوں جس نے اپنے ہاتھ سے اس

لال کو خون میں لٹایا میں وہ سنگدل عورت ہوں جس کے ظالم ہاتھوں نے اس لہلہاتی کونپل کو اجاڑا ہے کیا کروں شہریار دم توڑے اور میں زندہ رہوں یہ لال دنیا سے رخصت ہو اور میں دیکھوں میری تقدیر میں یہ لکھا تھا کہ میں اس پھول کو مسلوں،

اتنا کہہ کر سنبلستان کو ہوش آیا وہ بچّہ کو پیچھے لٹا بے تحاشا لپکی اور فرزانہ سے کہا "تو بہن بن کر سوکن اور ماجائی ہو کر ڈائن نکلی تو نے دھوکے سے فریب سے دغا سے مکر سے میری زندگی برباد کی میرا شہریار تیری بدولت ہائے فرزانہ تیری بدولت مجھ سے عمر بھر کو چھوٹا تو نے میرے ہاتھ سے او ظالم میرے ہاتھ سے اس معصوم کے سینہ میں خنجر بھونکوا دیا" ماممتا کا جوش پھر اٹھ آئی اس کا خون ہاتھوں میں لیا۔ اس کی صورت دیکھی زبان خاموش تھی مگر نگاہیں ماں کے چہرہ پر تھیں چکرا کر گری اور اٹھی اُٹھ کر منیزہ کی طرف دیکھا اور کہا "بچّہ میں نے تجھ پر قربان کیا" منیزہ ساکت تھی کہ شہریار نے ماں کو اشارہ سے بلایا بیتاب ہو گئی بلائیں لیتی ہوئی چیختی ہوئی اس کے پاس گئی اور لپٹی تو آہستہ سے شہریار نے ماں سے کہا "منیزہ کو کچھ نہ کہو مجھے تکلیف ہوتی ہے"۔ بے اختیار ہو کر کلیجہ سے لگا لیا تو کہنے لگا۔

"میں اس سزا کا سزاوار نہ تھا اچھا آپ کی خوشی میں اب دو چار لمحہ کا مہمان ہوں میری وصیت یاد رکھنا کہ منیزہ کی قدر میں فرق نہ آئے اب میرا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے"۔

ماں بیتاب ہو کر بچّہ کے قدموں میں گری اور کہا "شہریار میرا زخم زیادہ نہ رسیگا میں تیرے بعد زندہ رہنے والی ماں نہیں ہوں میں وہ وقت نہ دیکھوں کہ یہ چاند سا مکھڑا خاک میں ملجائے"! ابھی یہ فقرہ ختم نہ ہوا تھا کہ

شہریار ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ سنبلستان بچہ سے لپٹی ہوئی تھی اور بچہ کی نگاہ ماں کے چہرہ پر تھی کہ بیگناہ مظلوم نے ماں کی آغوش میں دم توڑ دیا شہریار کے ختم ہوتے ہی فرزانہ اندر داخل ہوئی قفل کھول کر منیژہ کو باہر نکالا — اور سنبلستان سے کہا "صبر کرو خدا کی مرضی یہ ہی تھی"۔

اس مرچ نے زخم کو چڑا دیا ایک چیخ مار کر اٹھی اور کہا مجھے شکایت نہیں میں اسی سلوک کی مستحق تھی جس نے ایک ماں کے پیٹ میں میرے ساتھ پاؤں پھیلائے جس نے میری ماں کی گود میں پرورش پائی جس نے میری ماں کی آغوش میں آنکھ کھولی وہ جان کی دشمن نکلی بہن فرزانہ شہریار کے بعد اب دنیا زندہ رہنے کی جگہ نہیں۔ ہائے فرزانہ میرا قصور ہرگز نہیں ان ہاتھوں کو اس لئے ماں باپ نے بڑھایا اور اس بدن کو اس لئے پرورش کیا تھا کہ یہ طاقت کلیجہ کے ٹکڑے کو ذبح کرے۔ فرزانہ میرا بیگناہ بچہ جس کو مجھ قاتل ماں نے چڑیا کی طرح دبوچ کر قتل کیا ہے ہرچند تڑپا مگر میں نے اس کی گردن نہ چھوڑی اور ختم کر دیا دیکھ فرزانہ یہ وہی خنجر ہے جس نے شہریار کو خون میں نہلایا اور ماں کے ہاتھوں۔ اب یہ ان ہی ہاتھوں سے ماں کو اسکے لال سے بچھڑے ہوئے لال اور کمھلائے ہوئے پھول سے ملاتا ہے۔ میں ایک کواری بچی چھوڑتی ہوں خدا اس کا وارث حقیقی ہے اگر مدد کی ضرورت ہو اور تیرے دل میں خدا رحم ڈالے تو بہن کی بیٹی نہیں بن ماں کی بچی سمجھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیجیو" اتنا کہنے کے بعد سنبلستان نے منیژہ کی طرف دیکھا اور کہا "میری معصوم آنکھیں جو سماں دیکھ چکیں وہ دنیا کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا تیری ماں نے نہیں میری تقدیر نے مجھے یقین دلایا کہ تو شہریار کی جانی دشمن اور فیروز کی

عاشق زار ہے۔ میں نے سنا کہ تو نے فیروز کی حمایت میں اس بچہ کے پھول سے رخسار پر طمانچے مارے فیروز نے کمرہ سے نکالا اور یہ شہریار نہیں فیروز ہے۔ مگر اب میں یہ کہتی ہوں کہ خدا کی لاٹھی بے آواز اس کا فیصلہ سچا اور اس کا دربار حقیقی ہے۔ جس طرح ہم فیروز کی ماں نرگس کی ممتا کو ذبح کرنے چلی تھی اسی طرح قدرت نے میری ممتا میرے ہی ہاتھوں برباد کردی۔ لیکن منیرہ یقین کیجیو شہریار تیرا کلمہ پڑھتا ہوا رخصت ہوا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ تھے کہ تیری عزت میں فرق نہ آئے۔

فرزانہ بہن میں کوستی نہیں مگر یہ دنیا کا سلسلہ ہے میں نے جو کچھ کیا اس کا نتیجہ مجھے ملگیا۔ مگر تو نے جو کچھ کیا اس کا نتیجہ بھگتنا ہے تیری صاحبی تیری حکومت تیری ریاست خدا دن دونی اور رات چوگنی کرے۔ مگر بے گناہ کی آہ خالی جانے والی اور خدا کا حکم ٹلنے والا نہیں۔ اچھا خدا حافظ!!

اتنا کہہ کر سنبلستان نے خنجر سنبھالا اور کہا جس طاقت سے جس ہوشیاری سے شہریار جیسے پھول کو ملیامیٹ کیا اسی طرح کام کیجیو۔ یہ کہا اور خنجر اپنے کلیجہ میں گھسیٹر لیا۔ گری تڑپی اور تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی۔

فرزانہ نے اس کے بعد منیرہ کو گلے سے لگا لیا اور لیکر باہر نکلی۔ اس وقت غیر معمولی عجز سے منیرہ ماں کے قدموں میں گری اور کہا میں نے اب تک جو کچھ قصور کیئے اُن کو معاف کیجئے۔ فرزانہ نے بیٹی کو گلے سے لگا لیا اور کہا چلو سیر کے واسطے چلیں۔

منیرہ۔ بہت اچھا اجازت دیجئے میں کپڑے بدل لوں۔

فرزانہ۔ ضرور!

منیزہ لباس تبدیل کرنے گئی نہا دھو کر کپڑے بدلے اور خاموشی کے ساتھ اس بارہ دری میں آئی جہاں ماں بیٹوں کی لاشیں پڑی تھیں شہریار کے منہ کو بوسہ دیا اور کہا۔ "شہریار اگر ماں تیرے بعد دنیا میں زندہ نہ رہی تو منیزہ بھی تیرے بعد اپنی صورت کسی کو نہ دکھائے گی"۔ اتنا کہہ کر منیزہ نے اُسی خنجر سے اپنا کام تمام کیا اور شہریار کے منہ پر منہ رکھ کر ہمیشہ کی نیند سو گئی

اب فرزانہ کو معلوم ہو گیا کہ قدرت کا مقابلہ انسان کے اختیار سے باہر ہے اور جوان بیٹی کے نکاح سے غفلت کرنا ایک ایسا جرم ہے جسکی تلافی ممکن نہیں۔

بچی کے بعد اس کی کیفیت دیوانوں سے بدتر ہو گئی روز علی الصباح گھر سے باہر نکل جاتی۔ اور جہاں جاتی لوگ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہنستی ہنساتی ادھر ادھر کی باتیں کرتی مگر جب کوئی کنواری جوان بچی نظر آجاتی تو بدن کانپنے لگتا منہ سے کف جاری ہو جاتے۔ اُس کے ماں باپ کی منتیں کرتی قدموں میں گرتی اور کہتی زمانہ بدل رہا ہے معاشرت اسلامی حدود و قدامت سے نکلکر جدت میں داخل ہو رہی ہے یہ وقت بہت سی قربانیوں کا ہے تو مرں نے اسی طرح ہمتیں کیں اور منزل مقصود پر پہنچیں۔ کرو جو کچھ کر سکتے ہو۔ لو جو لے سکو، اور چھوڑ دو جو چھوڑ سکو، لیکن یاد رکھو،

ناموس اسلام کے امین ہو دختران اسلام تمہارے قبضہ میں نہیں تمہاری ملکیت سہی مگر ان کی عصمت تمہارے پاس امانت ہے ترقی کی حاجت اور تعلیم کی ضرورت سر آنکھوں پر مگر عصمت، عصمت، عصمت، وہ جوہر ہے جس کا جواب دنیا میں ہے نہ دین میں، زمین پر ہے نہ آسمان پر

جوان بچی کا گنوار پنا ایک ناگ ہے جو ہر وقت کھیل رہا ہے، ایک آگ ہے جس کے شعلے ہر لمحہ بھڑک رہے ہیں، ایک مصیبت ہے جو گھر پر نازل ہے ایک آفت ہے جو قدرت نے ڈھا دی ہے۔ ایک قیامت ہے جو ہر لمحہ بپا ہے اس ناگ کو کچلو، اس آگ کو بجھاؤ اس مصیبت کو ٹالو، اس آفت کو دور کرو اور اس قیامت کو ختم کردو۔

سنہ ۱۸ء

ختم شد

تصانیف علامہ راشد الخیری مد ظلہ

اسلامی تاریخ کے افسانے

[illegible]

محبوبۂ خداوند اگرچہ بظاہر محبوبۂ خداوند ایک تاریخی رنگ کا دلچسپ و پرسوز فسانہ ہے لیکن درحقیقت یہ افسانہ اسلامی جوش ایمانی محبت مسلمانی اخلاق، اور سلف صالحین کی اتباع کی رغبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ اور عیسائی راہبوں اور رومیت کے مدعیوں کی مخفی شرمناک کارروائیوں کا آئینہ ہے محبوبۂ خداوند کو پڑھ کر عہد عثمانی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور قرون اولی کے پرجوش و پاکباز مسلمانوں کی ولولہ خیز جانبازیاں پڑھنے والوں کو مبہوت بنا دیتی ہیں۔ طرابلس کا مقدس خداوند کا رہیت شمالی افریقہ کی حسینہ سفیریہ کو قابو میں کرنے کے لئے اپنے فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے۔ اور محبوبۂ خداوند کس طرح اپنی عزت بچا لا کر اسلام قبول کرتی ہے یہ ایک راز ہے جو صرف کتاب محبوبۂ خداوند کے مطالعہ سے حل ہوگا اور اس کتاب کے پڑھنے والے کو اس وقت تک بےچین رکھے گا جبتک کہ پوری کتاب ختم نہ ہوجائے مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت عیسائیوں کی ٹڈی دل فوج کے مقابلہ میں کس طرح کامیاب ہوئی اور عیسائی لڑکی سفیریہ جسکا تمام افریقہ مخالف اور جسکے سینکڑوں مسیحی دلدادہ ہیں۔ کیونکہ خداوند کے پنجہ سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح کرتی ہے۔ یہ وہ عجیب اور پُردرد داستان ہے جسکا ہر فقرہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے۔ قیمت صرف ۱۲/ (کنواری لڑکیاں نہ منگائیں)

فتح طرابلس تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری، ایثار و شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں بےگناہ

لڑکی کی قربانی، حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی پیشوا کی سیہ کاریاں، علقیہ اور شہزادی لیبو کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر۔ تاریخ اسلام کا یہ دلآویز افسانہ ستارۂ کے خطیب میں چھپ کر بہت مقبول ہو چکا ہے اب کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ قیمت ۵ر

شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بے گناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ الگ کر دیتا ہے یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھتے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۴ر

شہید مغرب طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں، مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب، شدھی اور تبلیغ کا اثر

۱۰ دردانگیز افسانے

رہ آسمانی مسافر	شہید مغرب	شہید طرابلس	طرابلس سے صدا	مغرب سیدانی
سیاہ داغ	افراط تفریط	صدائے دلگداز	کلوتیاں	سیمونہ

اگر آپ کو سیاست سے ذوق ہے تو شہید مغرب دیکھئے اگر جوشِ ایمان آپ کے دل میں ہے اور اسلامی خون رگوں میں دوڑ رہا ہے تو شہید مغرب کا مطالعہ کیجئے۔
(کنواری لڑکیاں نہ منگائیں)۔ قیمت عمر

سراب مغرب غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے! اس بحث پر مشہور کتاب۔ تقلید مغربی کے دردناک نتائج، پارٹنر کا حشر، ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ یہ چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸ر کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ ملنے کا پتہ:- **منیجر عصمت دہلی**

محبوب المطابع دہلی میں چھپی